© rasailojaraid.com

داستان عرس شیخاں صاحبان..... ایک جائزہ

ایک باغی مرید کے قلم سے

تحریر: محمد رمضان سلفی۔ فیصل آباد

پاک و ہند میں نام نہاد صوفیاء اور پیروں نے اپنی خودساختہ "خرافات" کے سبب جتنا لوگوں کو اسلام سے دور کیا ہے وہ "اہل بصیرت" سے مخفی نہیں ہے۔ ان لوگوں کے اسی اندازو اطوار کا "کرشمہ" ہے کہ آج اس خطہ ارض کی اکثریت اسلامی تعلیم سے نابلد ہے اور ان کے ہاں خرافات و بدعات اور جاہلانہ رسم و رواج کو ہی دین اسلام کا مقام حاصل ہے۔ حالانکہ ان "خرافات" کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ عرس کو ہی لے لیجئے! اس میں جو فواحش و منکرات ہوتی ہیں وہ محتاج بیان نہیں..... لیکن یہ لوگ اسے بھی اسلام کا "لاینفک" جز سمجھتے ہیں۔ راقم کے آباؤ اجداد بھی نام نہاد پیروں کے زیر اثر رہے ہیں الحمدللہ آج سے اٹھارہ برس پہلے جب ہم اسلام کی صحیح تعلیم سے آشنا ہوئے تو ہم نے ایسے ایمان دشمن عناصر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن ہماری لا تعلقی کے باوجود پیر صاحب اس قدر ڈھیٹ نکلے کہ ابھی تک ہر سال عرس کا دعوت نامہ ہمیں بیجھتے ہیں۔ لہٰذا اس بار بھی ۱۲ اپریل کی صبح نماز فجر کے بعد میں "داستان ایمان فروشوں کی" کے مطالعہ میں محو تھا کہ "دنیا والی سرکار المعروف شیخاں صاحباں" کا ایک ایمان فروش "قاصد" عرس کا دعوت نامہ لئے حاضر ہوا۔ اور ساتھ ہی ہمیں عرس میں شرکت کی ضروری تاکید کی۔ ہم نے اس کے "اصرار پر شباب" کو دیکھتے ہوئے ۲۷ اپریل کو عرس میں شرکت کا "مصمم" ارادہ کر لیا۔ لیکن متنوع مصروفیات نے ہمیں عرس کی رنگینیوں کے مشاہدے سے محروم رکھا۔ ویسے بھی عرس میں جو کچھ ہوتا ہے وہ راقم سے مخفی نہیں ہے کیونکہ والد مرحوم سائیں محمد حسین کے جیتنھے مرید تھے اور وہ ہمیں دونوں بھائیوں کو بچپن میں ہی ساتھ لے کر عرس پر جاتے تھے، ہم کئی روز وہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیام کرتے اور اسی موقع پر عرس میں جو "خرافات" ظہور پذیر ہوتی تھیں وہ ابھی تلک ذہن میں محفوظ ہیں۔ وہاں باجا بجایا جاتا تھا' لوگ نذر و نیاز لے کر آتے اور بھنگڑا ڈالتے' بکرے کا چڑھاوا چڑھاتے' رات قوالی ہوتی' قلئے نقلیں کرتے ساری ساری رات انہی خرافات کی نذر ہو جاتی' کسی کو نماز کی پرواہ نہ ہوتی' مرد و زن فیس ٹو فیس بیٹھ کر قوالی سنتے اور بعض مستی میں جھومتے' وہاں عجیب سماں تھا۔ اللہ رب العزت کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان خرافات سے بچایا۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ راقم نے کبھی بھی پیر صاحب کے گھٹنے اور پیر نہیں چھوئے تھے اور نہ ہی ہاتھ چومے اگرچہ وہ میرے بچپن کا دور تھا۔ ہم والد مرحوم کے ساتھ عرس پر جاتے تو وہاں خاموشی سے چارپائی پر بیٹھے رہتے' پھر جب تین چار روز بعد واپس اپنے گھر آتے تو والد صاحب سخت ڈانٹتے اور کہتے کہ "دوسرے مریدوں کے بچے پیر صاحب کو سلام کرتے اور ان سے باتیں کرتے ہیں اور یہ (یعنی ہم) خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ اور میرے پیرو مرشد کو سلام تک نہیں کرتے" بہرحال بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں اس لعنت سے محفوظ رکھنا تھا اس لئے ہمارے دل میں ان لوگوں کی بیزاری تھی۔ اور الحمد للہ ہم نے عہد کیا ہے کہ جس طرح ان نام نہاد پیروں نے ہمارے آباؤ اجداد کو دین اسلام کی صحیح تعلیم سے برگشتہ کیا تھا ہم بھی ایسے اسلام دشمن عناصر کے "استیصال" کے لئے "جہاد" کریں گے ان شاء اللہ بقول شاعر

ع ہاتھ توڑے جائیں گے یا کھولیں گے نقاب

چنانچہ اسی جذبے کے تحت برسوں سے خواہش تھی کہ شیخاں صاحباں کے عرس کی "انوار و برکات" پہ کچھ لکھا جائے لہٰذا ۱۹۹۶ء میں ۱۸ جون کو عرس کے موقع پر اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لئے فیصل آباد کے نواحی گاؤں " ...انی" پہنچا جہاں یہ عرس ہر برس ہوتا ہے۔ ابھی میں عرس کی حدود سے دور ہی تھا کہ روایتی ڈھول اور باجے کی آواز زور و شور سے سنائی دی' ایسے میں کان پڑی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ قریب جا کر دیکھا تو پیر صاحب کرسی پر بیٹھے تھے اور سامنے باجہ بج رہا تھا۔ مرید پانی کی طرح روپیہ بہا رہے تھے اور کچھ اوباش قسم کے نوجوان "دھمال" اور "رقص" میں مصروف عمل تھے۔ وہیں ایک جاننے والے کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ بڑا خوش ہوا اور ہمیں فوراً پیر سے ملایا۔ ہمارے تعارف پر پیر صاحب اٹھ کر بڑے تپاک سے ملے کیونکہ ہم ان کے والد مرحوم کے جیتھے مرید کے "صاحبزادے" تھے۔ لہٰذا وہ ہمیں کیوں نہ خندہ پیشانی سے ملتے؟ وہیں میں نے دیکھا کہ گاؤں کے علاوہ دیگر علاقوں سے عورتیں اور مرد پیر صاحب کے نام کی "نذر و نیاز" لے کر جوق در جوق آ رہے ہیں۔ جب بھی کوئی چڑھاوا آتا تو باجے والے فوراً باجہ بجانا شروع کر دیتے۔ اس کے علاوہ یہاں نیاز کا تبرک حاصل کرنے کے لئے لوگوں میں چھینا جھپٹی بھی دیکھنے کو ملی۔

عرس اور وجود زن

اس طرف سے ہٹ کر سامنے کھیتوں میں دیکھا تو وہاں سائبانوں کے نیچے دور کے علاقوں سے آئے ہوئے مرد و زن (بلا فاصلہ) بیٹھے نظر آئے۔ اور جن کو سائبان کا سایہ میسر نہیں تھا وہ آم اور شیشم کے درختوں کے سائے تلے ڈیرہ جمائے بیٹھے تھے۔ عرس کی اصل رونق تو زرق برق لباس میں ملبوس نوجوان لڑکیوں اور عورتوں سے تھی جو ہر آنے جانے والے کو "صدائے عام" دے رہی تھیں۔ بہ معذرت اقبال یوں کہا جا سکتا ہے کہ

ع وجود زن سے ہے قائم مزارات پہ رنگ

عورتیں جس طرح بن سنور کر اور زیب و آرائش سے مزین ہو کر عرسوں، میلوں اور مزارات پہ جاتی ہیں وہ محتاج بیاں نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ہم اس "کاروبار" کے محرک بریلوی مکتب فکر کے امام جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ:

" بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں تو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟"

حضرت صاحب نے جواب دیا: "عورتوں کو مزارات اولیاء و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ (احکام شریعت حصہ اول ص ۹۰)

اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ

ایک دوسرے مقام پر حضرت بریلوی سے پوچھا گیا کہ .... حضور! اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: غنیہ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں' بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے' اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے' اور جب تک واپس آتی ہے ملا ئکہ لعنت کرتے رہتے ہیں' سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ اور فاضل بریلوی کے جماعت کے ہی ایک اور سرکردہ عالم مفتی احمد یار گجراتی ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۲۶۷ پر لکھتے ہیں:

" اس طرح عرس ہے کہ عورتوں کا جانا وہاں حرام ہے' ناچ رنگ حرام ہیں۔" (جاء الحق ص ۲۸۸) بریلوی واعظین اور عوام کو چاہیے کہ اپنے اکابرین علماء کے ان فتوؤں کو پڑھ کر اپنی خواتین کو مزارات اور عرسوں پر جانے سے روکیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر عرس اور مزارات کی " رنگینیاں " ماند پڑجائیں گی اور اس سے سجی سجائی دکانداری اور کاروبار سبھی ختم ہو جائے گا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بریلوی علماء ان امور سے اپنی عوام کو متنبہ کرنے سے گھبراتے ہیں ورنہ فاضل بریلوی کی تعلیمات تو واضح ہیں۔

نذر اور نیاز صرف اللہ کے لئے ہے

" شیخاں صاحباں " کے عرس پر لوگ "پیر صاحب" کے نام کی نذر و نیاز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں بڑے جوش اور عقیدت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اور بعض مرید تو خاص طور پر گھر سے بکرے پال کر نذر کے لئے لائے تھے۔ حالانکہ نذر و نیاز اور جانور کی قربانی صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ فرمایا:

" انما حرم علیکم المیتۃ و الدم و لحم الخنزیر و ما اھل بہ لغیر اللہ " (بقرۃ ۱۷۳)

" بیشک اللہ نے تم پر مردار' خون' خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر دی جائے' حرام کر دیا ہے۔"

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

" و لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ و انہ لفسق و ان الشیطین لیوحون الی اولیاء ھم لیجادلوکم و ان اطعتموھم انکم لمشرکون " (انعام ۱۲۱)

" اور جس جانور کو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کا گوشت نہ کھاؤ ایسا کرنا فسق ہے۔ شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالتے ہیں تاکہ (شیطان کے ساتھی شرک کے لئے) تم سے جھگڑا کریں۔ لیکن اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو تم مشرک ہو۔"

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس شخص پر جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر جانور ذبح کرے' اور جو زمین کے حدیں تبدیل کرے' اپنے والد پر لعنت کرے اور جو بدعتی کو پناہ دے۔ (مسلم)

میرے محترم! بکرا تو دور کی بات ہے اگر کسی نے غیراللہ کے نام پر حقیر سی مکھی کا چڑھاوا بھی چڑھا دیا تو وہ خود کو جہنم میں سمجھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

" ایک آدمی صرف مکھی کی وجہ سے جنت میں چلا گیا اور دوسرا جہنم میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کیسے ؟ تو آپ نے فرمایا دو آدمی ایک قبیلے کے پاس سے گذرے' اس قبیلے کا ایک بت تھا جس پر چڑھاوا چڑھائے بغیر کوئی آدمی وہاں سے نہیں گزر سکتا تھا۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص سے کہا گیا کہ اس بت پر چڑھاوا چڑھاؤ' اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں' قبیلے کے لوگوں نے کہا کہ تمہیں چڑھاوا ضرور چڑھانا ہوگا خواہ مکھی ہی پکڑ کر چڑھا دو' مسافر نے مکھی پکڑی اور بت کی "نذر" کر دی۔ لوگوں نے اسے جانے دیا اور وہ جہنم میں داخل ہو گیا قبیلے کے لوگوں نے دوسرے آدمی کو کہا تم بھی کوئی چیز بت کی نذر کرو تو اس نے کہا کہ میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کا چڑھاوا نہیں چڑھاؤں گا۔ لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور جنت میں چلا گیا۔"

عرس یا منبع شرک

شیخاں صاحباں کے عرس پر آنے والے مرید پہلے سائیں محمد حسین جو کہ چند برس قبل فوت ہوئے ہیں کے مزار پر جاتے' جو گاؤں سے باہر قبرستان میں واقع ہے۔ مرد و زن قبر پر سجدہ ریز ہوتے' روتے گڑگڑاتے' فریادیں کرتے' دل کے دکھڑے سناتے' مدد مانگتے' عجز و انکساری سے ہاتھ باندھ کر بے حس و حرکت کھڑے رہتے کہ شاید سائیں قبر سے کوئی جواب دے مگر جب کوئی جواب نہ ملتا تو سر جھکائے مایوس واپس لوٹتے اور سائیں محمد حسین کے بیٹے غلام قادر جو موجودہ گدی نشین ہیں کی خدمت میں حاضر ہوتے' ہاتھ چومتے' گھٹنوں کو ہاتھ لگاتے اور ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے ہو جاتے۔ ظالموں نے خالق کا حق مخلوق کو دے رکھا ہے جب کہ دعائیں مانگی جا سکتی ہیں تو فقط اللہ ہی سے' مرادیں مانگیں جائیں تو صرف اللہ ہی سے' فریادیں کی جائیں تو صرف اللہ ہی سے' ہاتھ باندھے جائیں تو اللہ ہی کے آگے' یہ سب اسی ذات عظیم کا حق ہے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان ذی شان ہے کہ :

"جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے تصویر کی طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے حس و حرکت اور باادب کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔" (ترمذی)

اور پھر سوچنے کا مقام ہے کہ جو مرنے کے بعد دوسروں کا محتاج تھا یعنی وہ اپنا غسل خود کر سکتا تھا اور نہ کفن خود پہن سکتا تھا اب وہ منوں مٹی کے نیچے جانے کے بعد حاجت روا اور مشکل کشا کیسے بن گیا جبکہ مشکل کشا اور حاجت روا تو فقط اللہ ہی ہے پھر کیوں نہ اس کے آگے دامن پھیلایا جائے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے کہ " الدعاء هو العبادة " دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی و قال ربکم ادعونی استجب لکم .... الخ "تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں میں جلد ہی انہیں رسوا کر کے جہنم میں داخل کروں گا (ترمذی)

عیاشی کے اڈے

شیخاں صاحباں کے عرس پر ایک جگہ بڑا مجمع تھا' آگے بڑھ کا دیکھا تو کچھ اوباش نوجوان تاش کھیلنے میں مصروف تھے' کھیلنے کے ساتھ ساتھ آپس میں ایک دوسرے کو گندی گالیاں بھی دے رہے تھے۔ اس عرس میں اس طرح کی اور بہت سی خرافات ظہور پذیر تھیں' جس سے پیر صاحب کی تعلیمات مریدوں کے ایسے افعال سے مترشح تھیں۔ عرس میں گھومتے گھماتے اور اس کی خرافات و مغلظات اور فواحش کا مشاہدہ کرتے ہوئے اب سورج بھی جوبن پر آگیا تھا اور آگ برسانا شروع کر دی تھی۔ لہٰذا ایسے میں میں ذرا ستانے کے لئے کیکر کے سائے تلے جہاں عرس پر آئے ہوئے بہت سے مرید بیٹھے ہوئے تھے' چارپائی پر بیٹھ گیا۔ وہیں بہت سے پرانے شناسا بھی ملے جب ایک عزیز نے ان سے میرا تعارف کروایا اور ساتھ ہی میرے "وہابی" ہونے کا تذکرہ بھی کیا تو سب ہی میری لمبی داڑھی کو دیکھ کر اللہ' اللہ کرنے لگے اور کانوں کو ہاتھ لگانے لگے۔ ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باعث تعجب میرا نوجوانی میں ہی سنت کے مطابق داڑھی رکھنا تھا کیونکہ ان کے ہاں تو جب بڑھاپا شروع ہو تو پھر داڑھی رکھنا چاہیے اور پھر بھی فرنچ کٹ۔ وہیں میں نے ایک بڑے معمر بزرگ جو قیام پاکستان سے بھی پہلے سے اس گدی سے اٹیچ ہیں سے پوچھا کہ یہ "شیخاں صاحباں" کون تھے' ان کا عرس کب اور کیسے شروع ہوا؟ وہ مرید اس گدی کے گدی نشینوں کی شرک سے لتھڑی داستانیں ایسے جوش اور روانی سے سنانے لگے جیسے ٹیپ ریکارڈر میں کیسٹ چل رہا ہو۔ یہ بھی بتا دوں کہ اس مرید نے شیخاں صاحباں کے متعلق جو واقعات سنائے وہ میں نے مدتوں پہلے اپنے آباؤ اجداد سے سن رکھے تھے میں نے تو صرف حجت قائم کرنے کے لئے دلیل کے طور پر اس مرید سے سنے (ان واقعات کو ہم آخر میں قارئین کی نذر کریں گے) یہ افسانوی واقعات ابھی ختم ہی ہوئے تھے کہ شور بلند ہوا "قوالی شریف" شروع ہونے والی ہے۔ پھر کیا تھا پلک جھپکتے میں چارپائیاں خالی ہو گئیں' ہر طرف سناٹا چھا گیا اور سب لوگ کھیتوں میں لگے سائبان تلے جمع ہو گئے جہاں قوالی شریف کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس موقع پر معلوم ہوا کہ فیصل آباد کے ایک مرید صاحب ہر سال "خصوصی" کپڑوں کا ایک جوڑا لے کر آتے ہیں جو کہ پیر صاحب کو بعد از غسل پہنائے جاتے ہیں۔ اور "کھارے" کی اس رسم کے بعد وہیں کھیتوں میں سائبان کے نیچے کالے بکرے والے قوال "قوالی" کریں گے پھر باقاعدہ عرس کی رنگینی کا آغاز ہو گا۔ چنانچہ پھر وہی ہوا' پیر صاحب بن ٹھن کر اور نکھر کر مسند پر براجمان ہوئے اور قوالی شروع ہو گئی۔ وہاں نقشہ کچھ یوں تھا کہ حضرت صاحب کے دائیں بائیں مرد و خواتین "بلاتمیز" بیٹھے تھے اور قوال چہرے بگاڑ بگاڑ کر اول فول بک رہے تھے۔ ان کی کریہہ آوازوں نے وہاں اودھم مچا رکھا تھا جس سے کان میں پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ جبکہ مریدین اور پیر صاحب اس بیہودگی پر سر دھننے میں محو تھے۔

"ویلوں" کی صورت میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا' جس سے بچھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئی دری پر نوٹوں کا اچھا خاصہ ڈھیر لگ گیا تھا۔ قوال جب بھی کوئی مصرعہ کہتے تو ان کی "بے باک" نگاہیں عورتوں کے چہرے تکتیں۔ میں نے ذرا غور سے سنا تو قوال یہ کہہ رہے تھے کہ "سجنا ساڈے نال دی ہس کے گل کرلیہ" اور یہ لفظ کہتے ہوئے توجہ عورتوں کی طرف ہوتی وہیں قوالی سننے والی ایک عمر رسیدہ عورت جو کہ "قدیم" مریدہ ہیں کی گود میں سابقہ گدی نشین سائیں محمد حسین کی فریم شدہ بڑی سی تصویر تھی اس پر بھی نوٹ نچھاور کئے جارہے تھے۔ ایک نوجوان جو لڑکیوں پر نظر ٹکائے کھڑا تھا اس کے دوسرے ساتھی نے اسے کہا کہ کیا دیکھ رہے ہو یار ..... تو اس نے جواب دیا" میں تو سائیں محمد حسین کی تصویر کے نیچے لکھی عبارت پڑھ رہا تھا' پھر وہ دونوں منچلے معنی خیز انداز سے مسکرا دیئے۔ غرض اس طرح کی لن ترانیاں اور تعلیاں وہاں کھلے بندوں ہو رہی تھیں۔

قوال اب خالصتا شرکیہ قصیدے جو وہ سپیشل سائیں محمد حسین مرحوم کی شان میں تیار کر کے لائے تھے پڑھ رہے تھے جنہیں سن کر حاضرین مجلس کی آنکھیں سائیں کے فراق میں "پرنم" ہو رہی تھیں' قوال کہہ رہے تھے:

آجا' آجا' آجا سائیں محمد حسین ہن آجا
کل بھی تیری اڈیک سی آ جا آجا
کرم کرندا ویلا ای کرم ہن کر جا
آجا' آجا ' آجا سائیں محمد حسین ہن آجا

ان "غالی" قوالوں کو کیا معلوم کہ سائیں اب ایسے عالم میں ہے جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا مگر وہ تھے کہ ایسے جملے مسلسل بکے جا رہے تھے۔ قوالیوں کا یہ سلسلہ ابھی دوپہر سے شروع ہو کر رات گئے بلکہ فجر تک جاری رہنا تھا کیونکہ ان لوگوں کو کون سی نماز پڑھنا تھی۔ لہٰذا اس "مغلظ" ماحول میں میرا ٹھہرنا محال ہو گیا' اور میں بس پر سوار ہو کر وہاں سے واپس گھر آگیا۔ راستے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوچتا رہا کہ خدا جانے کہ وطن عزیز میں اس طرح کے شرک کے کتنے اڈے ہیں جہاں کھلے بندوں اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کی مخالفت کی جاتی ہے۔

حقیقت حال عرس شیخاں صاحباں

اب ہم ان واقعات کو پیش کرتے ہیں جو اس عرس کے موقع پر ایک قدیم مرید سے ہم نے سنے تھے۔ اس سے یہ حقیقت عیاں ہو گی کہ پیٹ کے نام نہاد پجاریوں نے ولایت کا دعوی کر کے یہ عرس کب کہاں اور کیسے شروع کیا؟

ہمارے استفسار پر وہ بزرگ اس طرح گویا ہوئے..... سینہ در سینہ چلی آتی روایت کے مطابق "شیخاں صاحباں" جڑواں بھائی بہن تھے۔ جو بھارت کے ضلع ہوشیار پور تحصیل دسوہہ کے ایک نواحی قصبے "میانی شریف" میں تولد ہوئے یہ بہن بھائی ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ اللہ نے ان کو "بزرگی" دے دی اور یہ آپس میں باتیں کیا کرتے تھے۔ بھائی شکم مادر ہی میں بہن سے کہتا کہ مجھے کروٹ بدلنا ہے لہٰذا بہن ایک طرف ہو جاتی' اس طرح بہن کو جب ضرورت پیش آتی تو وہ بھی بھائی سے ایسا ہی کہتی۔ پھر جب یہ شکم مادر سے عالم دنیا میں آئے تو ان کی بزرگی اور بھی بڑھ گئی اور انکے چرچے زبان پر عام ہونے لگے۔ ان کی بزرگی کا عالم یہ تھا کہ دیوار پر سوار ہو جاتے جیسے گھوڑے پر سوار ہوں اور دیوار سے کہتے کہ ہمیں سیر کراؤ۔ لہٰذا حکم کی دیر ہوتی ' دیوار کا وہ حصہ الگ ہو کر اڑنے لگتا اور پھر ان کے حکم پر دیوار کا وہ حصہ ویسا ہی اپنی جگہ پر آ کر فٹ ہو جاتا۔ جب ان کی اس "کرامت" کا شہرہ عام ہونے لگا تو یہ بہن بھائی دیوار پر سوار ہو کر ایک روز جنگل میں جو گاؤں کے قریب ہی تھا زندہ ہی زمین میں چھپ کر لوگوں سے پردہ کر گئے اور نشانی کیلئے بھائی کے عمامے اور بہن کے دوپٹے کا "کونہ" باہر رہ گیا۔

یہ تھا شیخاں صاحباں کے متعلق خود ساختہ قصہ' یہی اس دکانداری کی بنیاد ہے' اور اس کاروبار کی آبیاری کیسے ہوئی وہ بھی سنئے! اسی گاؤں "میانی" میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احمد نامی ایک شخص رہتا تھا اس کو خواب میں شیخاں صاحباں کی طرف سے کئی بار "اشارے" ہوئے کہ ہماری گدی سنبھالو اور ہمارے نام پر عرس کراؤ لیکن احمد نہ سمجھ سکے۔

بابا احمد کے گھر میں غربت بہت زیادہ تھی اور اوپر سے وہ مقروض بھی تھے۔ چنانچہ جب قرضداروں نے ان سے اپنے پیسوں کا مطالبہ کیا تو یہ اس ارادے سے امرتسر میں جا کر کھڈی پر کام کر کے لوگوں کا قرض ادا کیا جائے' امرتسر کی طرف پیدال ہی چل نکلے۔ گاؤں کے قریب تین میل کے فاصلے پر دریا پڑتا تھا' اسے عبور کیا اور آگے ایک بستی سے گزرے وہاں بھٹی پر ایک مائی دانے بھون رہی تھی' اس کے پاس ایک بابا مست بھی بیٹھا ہوا تھا جو بھٹی کے گرد گرنے والے دانے اکٹھے کر رہا تھا۔ مائی نے کہا بابا جی! آپ نے اگر دانے کھانے ہیں تو میں آپ کو علیحدہ بھون دیتی ہوں مگر بابا نے جواب دیا کہ ہمارا ایک مہمان آنے والا ہے یہ اس کے لئے اکٹھے کر رہا ہوں۔ اتنے میں احمد قریب سے گزرے تو مست نے نام لے کر انہیں آواز دی' یہ ذرا ٹھٹکے کہ اس بستی میں میرا شناسا کون ہے۔ خیر جب وہ قریب گئے تو مست نے کہا ہم جانتے ہیں کہ تم کہاں اور کس لئے جا رہے ہو۔ لہٰذا یہاں میرے پاس سکون سے بیٹھو اور یہ دانے کھاؤ تم بھوکے ہو۔ اور سنو! تمہیں اتنے اشارے ہوئے ہیں مگر تم ابھی تک نہیں سمجھ سکے چنانچہ تم یہیں سے واپس چلے جاؤ اور گاؤں کے قریب جو جنگل ہے وہاں شیخاں صاحباں نے "پردہ" کیا ہوا ہے اس جگہ کو صاف کرو وہاں تمہیں شیخاں صاحباں کے عمامے اور دوپٹے کا کونہ زمین سے باہر نظر آئے گا وہیں "دو قبریں" بنا دو اور عرس کرانا شروع کر دو' کھڈی بھی وہیں لگا لینا اور کپڑے کا جو پہلا تھان اتارو اسے ان قبروں پر ڈال کر لوگوں کو جن کا تم نے قرض دینا ہے کپڑا ماپ کر دیتے جانا سب قرض ادا ہو جائے گا۔ اور یاد رکھو جب تم جنگل میں جاؤ گے تو وہاں تمہیں شیر اور شیرنی بیٹھے نظر آئیں گے ان سے مت ڈرنا کیونکہ وہ شیخاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحباں خود ہی ہوں گے تمہارے وہاں جانے کے بعد وہ غائب ہو جائیں گے۔ چنانچہ بابا احمد نے مست کے کہنے پر ایسا ہی کیا' اس کے بعد دنیا شیخاں صاحباں کے مزار پر آنا شروع ہو گئی جو بھی سوالی بنکر آتا بامراد لوٹتا۔ عرس کے موقع پر دور دراز سے لوگ فریادیں اور مرادیں لے کر حاضر ہوتے اور جھولی لبریز کر کے جاتے معاذ اللہ

ایک ہندو کا واقعہ

شیخاں صاحباں کے در سے یوں تو ہزاروں لوگوں نے جھولیاں بھری لیکن سب سے زیادہ فیضیاب ایک ہندو ہوا جس کا نام بھگت رام تھا' سنار کا کام کرتا تھا لیکن کاروبار نہ چلتا وہ بابا احمد کی خدمت میں حاضر ہوا بابا احمد نے اسے کہا کہ کل ایک مسواک لانا اور روزانہ ایک مسواک بڑھاتے جانا' چنانچہ بھگت رام پہلے روز ایک مسواک لایا تو اس نے ایک روپیہ کا اس روز کام کیا۔ اسی طرح وہ پچاس مسواکیں لانے لگا اور روزانہ پچاس روپے کا ہی کام کرتا اس پر بابا احمد کہنے لگے بھگت! تجھے اور کیا چاہیے تیرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ بھگت رام بابا کی اس نوازش سے متاثر ہو کر بیعت کر کے مریدوں میں شامل ہو گیا تھا۔ مریدوں کے مطابق بھگت رام ظاہر میں تو ہندو تھا مگر باطن میں وہ مسلمان ہی تھا۔ بس برادری کے ڈر سے خود کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ ہر ماہ شیخاں صاحباں کے نام کا "ختم شریف" باقاعدگی سے دلاتا۔ جس روز ختم شریف دلانا ہوتا تو اپنے ہاتھ سے سامان خرید کر لاتا اور پھر بیوی سے کہتا کہ نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن کر کھیر پکاؤ۔ خود لاٹھی لے کر بیوی کے سرہانے بیٹھ جاتا' کہتا خبردار! جو کھیر پکاتے ہوئے سر کو کھجایا ورنہ لاٹھی سر پر ماروں گا۔ پھر جب کھیر تیار ہو جاتی تو دربار پر لاتا' بابا احمد "ختم" پڑھ کر لوگوں میں اسے تقسیم کرتے اور آخر میں کھیر سے لتھڑی انگلیاں بھگت کو چاٹنے کے لئے کہتے بھگت محبت سے بابا کی انگلیاں چاٹتا۔

جس روز بھگت رام مرا تو بابا احمد نے ہندوؤں سے کہا کہ بھگت ہمارا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگ اس کو نہیں جلا سکتی لہٰذا اس کی لاش ہمیں دے دو' مگر ہندو نہ مانے اور انہوں نے رات کو بھگت کی میت کو لکڑیوں میں رکھ کر آگ لگا دی اور خود گھروں کو چلے گئے۔ ادھر بابا کے حکم پر دریا کا بند ٹوٹا اور پانی نے بھگت کی میت کو اٹھا کر شیخاں صاحباں کے دربار کے ساتھ لا دیا۔ مریدوں نے دیکھ کر بابا کو خبر دی اس نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ بھگت ہمارا ہے۔ اب اسے نکالو اور اسکے کفن دفن کا انتظام کرو۔ پھر بھگت کی نماز جنازہ پڑھ کر اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ بھگت رام کی وفات کے بعد اس کا بیٹا "دیوی داس" اور پھر آگے اس کی اولاد زندگی بھر شیخاں صاحباں کے "در" کے گدا بن کر رہے۔

بابا عیدے شاہ بھینسا بن گئے

بابا احمد کے بعد اس کا بیٹا عیدے شاہ گدی نشین بنا۔ میانی شریف (انڈیا) میں گاؤں کے ایک چراغ نامی شخص نے مکئی کی فصل بوئی۔ رات کو اکثر کھیتوں کا چکر لگاتا کہ کہیں فصل کو کوئی جانور نقصان تو نہیں پہنچا رہا۔ ایک رات دیکھا تو ایک سانڈ (بھینسا) فصل میں گشت کر رہا ہے۔ چراغ کو بڑا غصہ آیا اس نے بھینسے پر خوب لاٹھیاں برسائیں۔ بھینسا بھاگ کر بانسوں کے جھنڈ میں چھپ گیا۔ تلاش کے بعد جب بھینسا نہ ملا تو چراغ وقت گزارنے کے لئے بابا عیدے شاہ کے ہاں دربار پر چلا گیا۔ وہاں دیکھا تو بابا جی کی کمر کو سہلا رہے تھے۔ پوچھنے پر کہنے لگے لاٹھیاں مار مار کر ہماری کمر توڑ دی اب پوچھ رہے ہو کہ کیا ہوا۔ سنو! وہ بھینسا نہ تھا ہم خود تھے۔ اب چراغ معافیاں مانگنے لگا' بابا کہنے لگے جاؤ تمہیں معاف کیا تمہیں کون سا پتہ تھا۔ اور آئندہ یاد رکھو کہ ہم تمہاری فصل پر پہرہ دیتے رہتے ہیں لہٰذا رات کو مت نکلا کرو اور ہاں تمہارے گھر کی چھت پر دو چور ہم نے باندھ رکھے ہیں انہیں پکڑ کر لاؤ۔ چراغ جب گھر گیا تو واقعی دو چور چھت پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ منتیں کرنے لگے کہ ہمیں کچھ نہ کہنا بابا نے ہم کو اندھا کر دیا ہے۔ اور اب ہمیں کچھ نظر نہیں آ رہا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قارئین! ملاحظہ کیا آپ نے بابا عیدے شاہ کی کرامت' کہ خود بھینسا بن گئے اور چوروں کو اندھا کر دیا۔ شیخاں صاحباں نے سانپ اور شیر شیرنی کا روپ دھارا تھا لہٰذا ان سے پیچھے تو نہ رہنا تھا۔ دراصل یار لوگ ان واقعات سے " پیروں" کی بزرگی ثابت کرنا چاہتے ہیں ۔ حالانکہ ایسی حکائتیں تو ضلالت ہیں کہ انسان کو جنس انسان سے ہی خارج کر دینا حقیقت یہ ہے کہ ہندو تہذیب کے قریب رہنے کے سبب یہ "قبوری" لوگ ابھی تک خود کو ہندووانہ عقائد سے علیحدہ نہیں کر سکے۔

تیسرے گدی نشین کا کفریہ عقیدہ

عیدے شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد حسین گدی نشین ہوا۔ اسے لوگ عقیدت سے سائیں جی اور میاں جی کہتے تھے۔ یہ دو بھائی تھے ایک نے وراثت سے زمین لی اور دوسرے نے پیری کو لیا۔ سائیں محمد حسین بھی اپنے بڑوں کی طرح احکامات شریعت سے آزاد اور پکا بے نماز تھا۔ سوائے اس کے کہ کبھی کبھار فجر اور مغرب کے وقت مصلے پر بیٹھ جاتا اور کچھ دیر قبلہ کی سمت منہ رکھنے کے پھر بغداد کی طرف رخ کر کے کوئی شرکیہ وظیفہ پڑھتا۔ ایک بار فیصل آباد میں یہ اپنے ایک مرید کے گھر گیا تو وہاں اس مرید کے بیٹے نے جو کہ قبر پرستی اور پیر پرستی سے تائب ہو کر مسلک اہلحدیث اختیار کر چکا تھا اسنے سوال کیا کہ میاں جی میں نے آپ کو کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جبکہ قرآن و حدیث میں تو نماز کی ادائیگی اور تاکید میں بڑے سخت احکام ہیں؟ اس پر سائیں جی فرمانے لگے اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ " لا تقربوا الصلوة و انتم سکری" نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔ اور جبکہ ہمیں ہر وقت رب اور رسول کا نشہ رہتا ہے لہٰذا انکا نشہ ہی ہماری نماز ہے۔ وہیں ایک مرید نے جسارت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا تو رب ہی یہ پیر صاحب ہیں" اس پر جب پیر صاحب کو کہا تو وہ بدبخت کہنے لگا "کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے " پیر اور رب ایک ہی ہیں۔ اس بات پر موحد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مشرکوں کے درمیان دست درازی ہوتے ہوتے رہ گئی اتنا ضرور ہوا کہ اس کے بعد پیر صاحب پھر کبھی اس کے گھر میں نہ آئے۔

سائیں محمد حسین کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا غلام قادر گدی نشین ہوا۔ جو سات برس سے اس منصب پر فائز ہے اور غریبوں ' مسکینوں' یتیموں سے نذرانوں کی صورت میں خوب مال بٹور رہا ہے۔ یہ بھی بتا دوں کہ سائیں محمد حسین کی وفات کے بعد اس کا بھانجا مولوی رحمت علی جانشینی کا دعویدار تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا لہٰذا اب وہ انہی تاریخوں میں جب شیخاں صاحباں کا عرس ہوتا ہے تو وہ خود اپنا عرس علیحدہ کرواتا ہے۔ سائیں محمد حسین کے چھوٹے صاحبزادے غلام صابر کا مشغلہ مریدوں کے ہاں "گشت" لگا کر نذرانے وصول کرنا ہے جس کو وہ بطریق احسن انجام دے رہا ہے۔ یہ تھے اس عرس کے مختصر احوال جو پہلے "میانی " بھارت میں ہوتا تھا پھر آزادی کے بعد دسوہہ سے آگے "میانی" ضلع فیصل آباد میں اس خرافات کو جاری کر دیا گیا۔ اس نام نہاد عرس اور اسکے گدی نشینوں کے متعلق بیسیوں واقعات مجھے یاد ہیں کیونکہ ان واقعات کو بچپن سے ہم سنتے آئے ہیں اب اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ مجھے سب سے زیادہ مسرت اس امر کی ہے کہ میں نے ایسے لوگوں کے "استیصال" میں لکھا ہے جنہوں نے برسوں ہمارے آباء کو گمراہ کئے رکھا۔

الحمد للہ ہم آج اٹھارہ برس قبل اپنے بڑے ماموں مولوی شریف صاحب جو کہ کٹر اہل حدیث ہیں کی تبلیغ سے مسلک اہل حدیث کی حقانیت دیکھ کر پیرپرستی ' قبرپرستی اور خرافات و بدعات سے تائب ہو چکے ہیں اور توحید و سنت کو اپنا چکے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت ہر گھر کو توحید و سنت کے نور سے منور کر دے! (آمین)

وما علینا الا البلاغ المبین

© rasailojaraid.com